بجناب عبدالحلیم اثر افغانی

سابق صوبہ سرحد کے چند کتب خانے

(۲)

ذیل میں ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے جو دلچسپی کا موجب ہوگا :

دخنۃ الفار: ایں دخنہ مفید است در دفع مضرتِ موشاں۔ بدیں عمل توان کرد۔ بگیرد حشیشہ کہ آنرا اگرچہ بیضا خوانند۔ آب آنرا بگیرد و نگاہ دارد۔ پس بستانہ ᯤ ♡V×V Ξ×Λ٥ - دیگرہ ٥ ▽ D ∆ ×Λ جزدے و از V3 ᯤ ◎ ×I ∇ I + ہر یک را جدا جدا بگیرد و بکوبد و ببیزد و بایکدیگر در آمیزد و بعصارۂ مذکور آمیزد۔ عجین سازد و حبہا بندد برابر لوبیا و خشک کردہ در سایہ در وقتِ حاجت بکار برد۔ پس در ہر خانہ حبہ ازاں تدخین سازد و موشاں در آن موضع جمع شوند اندرو دیوار و سقف و زمین و از ہر جا کہ باشند مجتمع شوند۔ پس دفع ایشاں بہر نوع کہ خواہد کردہ باشد۔

یہاں اس کتاب کا یہ اقتباس اس کے اس عجیب طرزِ بیان کو پیش کرنے کے لیے درج کیا گیا ہے کہ مخصوص باتوں کے لیے مخصوص ابجدی حروف استعمال کیے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا ابجدی حروف میں ٥٥ ᯤ - V - ∆ - V-V - Λ خصوصیت کے ساتھ بابلی نقوش ہیں۔ سبائی اور فینیقی نقوش تو عام ملتے ہیں۔ لیکن بابلی نقوش کے ابجدی حروف کی تختیاں اور کتبات کم ملتے ہیں ہم ان قدیم ابجدی حروف اور نقوش پر ایک الگ مقالہ میاں وسیم بین تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہیں۔ میاں وسیم ان ہر دو خان برادران کے استاد تھے۔

مولانا خان نور اللہ خان نے اس کتاب کے آخر میں اپنے چند فارسی اشعار بھی درج کیے ہیں :

مر ترا باد اقسم بر حقِ الٰہ — از عوام و خاص ایں را کن نگاہ
زانکہ ایں سرّ است ز اسرارِ عظیم — کن نہاں در کیسہ خود ایں قند را

ورنہ خود گردی پشیماں اے عزیز گرد ہی بردستِ بے عقل و تمیز

نامِ من نور اللہ خانِ شینہ ام گفتہ پیشت ایں ز راز سینہ ام

شینہ ایک گاؤں کا نام ہے۔ نور اللہ خان کا تعلق خوانین شینہ کے خاندان سے تھا مقطع میں آپ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے مقامِ سکونت کا ذکر کیا ہے لیکن مرحوم کو کیا معلوم تھا کہ جس راز کی حفاظت کی اس قدر تاکید آپ فرما گئے تھے وہ خود بخود راز ہی رہ گیا۔ وجہ یہ کہ اب قدیم سامی بابلی اور فونیقی یا عبرانی رسم الخط کے جاننے والے ہی نہیں رہے جو ان حروف میں لکھے ہوئے مرموزات کو سمجھ سکیں اور اگر کوئی ان اسالیب کتابت کو جانتا بھی ہے تو وہ کتاب مولانا عبد العزیز کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے اور اس کے روادار نہیں کہ دوسرے اس سے فائدہ اٹھائیں۔

مولانا سید عبد العزیز مزید کتابیں دکھانے پر رضامند نہ ہوئے اور مجبوراً ان سے رخصت لے کر واپس آنا پڑا۔ اس سفر کے لیے نو دن زحمت اٹھائی لیکن نتیجہ میں صرف چار کتابیں مطالعہ کے لیے ملیں۔

کتب خانہ اخوند شیخ عبد الغفور قادری

مولانا اخوند حافظ شیخ عبد الغفور قادری شمال مغربی پاکستان کے مشہور بزرگ ہیں اور ریاست سوات کے موجودہ حکمران کے جد امجد ہیں۔ وہ صوفی ہونے کے علاوہ عالم بھی تھے۔ اگرچہ درس کے ذریعہ آپ نے ابتدائی عربی کتابیں ہی پڑھی تھیں۔ لیکن طریقت اور تصوف کی منازل میں ترقی پانے کے ساتھ جو روحانی صفائی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے انوار سے سینہ منور ہو جانے کے ذریعہ علم لدنی حاصل ہونے کے بدولت جو ایک خصوصی قسم کا علم و فہم حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت نے اخوند حافظ عبد الغفور کا علمی مقام بھی بلند کر دیا تھا اور بڑے بڑے عالم اور فارغ التحصیل طلبا آپ سے فیض حاصل کرتے۔ راقم الحروف کے ایک استاد مولانا سید محمد اسماعیل گیلانی (مرحوم) اخوند صاحب سوات شیخ عبد الغفور کے براہِ راست شاگرد تھے اور اس طرح ایک واسطہ سے وہ میرے بھی استاد تھے جب میں کتب خانوں کی سیر کے لیے نکلا تو اپنے اسناد کے استاد اخوند شیخ عبد الغفور المعروف "بابا جی صاحب سوات" کا کتب خانہ دیکھنے کا بھی خیال پیدا ہوا اور دسمبر ۱۹۵۳ء میں کتب خانہ دیکھنے کے لیے میں سوات کے مرکزی مقام سیدو گیا۔

یہ کتب خانہ جامع مسجد سیدو میں بابا جی صاحب سوات کے مزار کے احاطہ میں بجانب جنوب

ہد کے ملحقہ کمروں میں سے ایک درمیانی کمرہ میں ہے۔ مزار کا مجاور اس کا نگران ہے اور ریاستی مہتمم ذانہ اس کے نگران اعلیٰ ہیں۔ کتابوں کی فہرست اور کتب خانہ کی چابیاں اس کے پاس رہتی ہیں۔ ضروری اجازت ملنے کے بعد میں ۲۴ دسمبر ۱۹۵۲ کو صبح ۶½ بجے کتب خانہ پہنچا۔ رات کے ۹ بجے وہاں سے نکلا۔ اس پورے وقت میں صرف چائے پیتا رہا۔ اور اس کتب خانے کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ جس طریقے سے میں نے کتابوں کو دیکھا جو کچھ مطالعہ کیا اور اس کے متعلق جو میرے تاثرات ہیں ان کو مختصراً بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

کتب خانہ پہنچ کر سب سے پہلی بات یہ نظر آئی کہ تمام کتابیں کسی ترتیب کے بغیر پڑی ہوئی تھیں۔ مختلف علوم اور فنون کے لحاظ سے کتابوں کی درجہ بندی نہیں کی گئی تھی۔ میں نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ تمام کتابوں کا ایک ڈھیر بنا دیا اور پھر ایک ایک علم اور فن کی کتابیں الگ الگ قطاروں میں بانٹ دیں۔ فقہ، تفسیر، حدیث، علم کلام، صرف، نحو، ادب، حکمت، سیر، تاریخ، تصوف۔ ہر موضوع کی کتابیں الگ کرنے کے بعد ہر ایک ڈھیر اور ہر ایک قطار کو دو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ۱۔ مطبوعہ ۲۔ غیر مطبوعہ اور قلمی۔

فن کے لحاظ سے کتابوں کی درجہ بندی سے فارغ ہونے کے بعد میں نے تمام قلمی کتابوں کی نئی درجہ بندی اس کتاب میں استعمال کیے گئے کاغذ کی ساخت سے شروع کی اور اس بات کا بھی خیال رکھا کہ کون سی کتاب کس سن ہجری میں لکھی گئی ہے۔ اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ اکثر قلمی نسخوں کے اختتام پر کاتب کا نام اور سن کتابت موجود نہیں ہوتے۔ بہت غور و خوض سے ایک ایک کتاب دیکھنے کے بعد تمام قلمی ذخیرہ کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا۔

ا۔ وہ کتابیں جو ۴۰۰ھ اور ۸۰۰ھ کے درمیانی چار سو سال کے عرصہ میں لکھی گئی تھیں۔ اس دور کی کتابوں میں خصوصیت کے ساتھ خجندی اور سمرقندی کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کاغذ کی پہچان یہ ہے کہ یہ ہلکے بادامی یا ہلکے خاکی رنگ کا ہوتا ہے اور نوعیت کے لحاظ سے باریک، نرم، چکنا۔ دونوں طرف سے مہر شدہ اور مضبوط جس میں تقریباً مزید ایک ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ پائیدار رہنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس کاغذ میں وہ ریشے نظر آتے ہیں جو اسے پائیدار بناتے ہیں جیسے کہ ریشم سے بنائے گئے ہوں۔ اس کتب خانہ میں جو کتابیں اس قسم کے کاغذ پہ

لکھی ہوئی موجود ہیں۔ وہ نسخ رسم الخط میں لکھی گئی ہیں۔ لیکن ان کا نسخ رسم الخط وہ نہیں ہے جو برصغیر پاک و ہند کی عربی کتابوں کے خطِ نسخ کا ہے۔ بلکہ اس قسم کا ہے جو موصل اور بیروت اور الجزائر کے عربی نسخ کے ٹائپ میں پایا جاتا ہے۔ اس کتب خانہ میں اس قسم کی کتابوں کا زیادہ حصہ علم خفہ کی کتابوں پر مشتمل تھا۔

(ب) وہ قلمی کتابیں جو ۸۰۰ھ اور ۱۰۰۰ھ کے درمیانی عرصہ میں لکھی گئی ہیں۔ ان کتابوں میں استعمال شدہ کاغذ اپنی نوعیت کے لحاظ سے وہ تھا جو عام طور پر ہراتی کاغذ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ گہرے بادامی رنگ کا۔ اور خجندی کاغذ سے مقابلۃً دبیز اور کم پائیداری رکھنے والا ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ اس کی بناوٹ میں ان فنی باریکیوں کا کم خیال رکھا جاتا ہے جو خجندی اور سمرقندی کاغذ کی خصوصیت ہیں۔ یہ کاغذ توت کی جڑوں کے باریک ریشوں کی بجائے موٹے ریشوں سے اور ان کا سُرخ چھلکا اتارے بغیر تیار کیا جاتا تھا۔ اس میں ابریشم کے ریشوں کی ملاوٹ نہیں کی جاتی تھی۔ اور ریشہ سے گودا تیار کرنے کے بعد اس کا خمیر اٹھانے میں بھی محنت نہیں کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ آب و ہوا کا فرق بھی اثر انداز تھا۔ اس قسم کے کاغذ پر جو کتابیں لکھی گئی تھیں ان کا خط بھی عربی رسم الخط کا خطِ نسخ ہے لیکن اس پر ایرانی فنِ خطاطی کا اثر پڑ چکا ہے۔ البتہ خطاطی کی فنی باریکیوں اور نزاکتوں کے لحاظ سے خوبصورت اور دلکش اور مینا کاری اور کاشی کاری سے مزین ہے۔ اس کتب خانہ میں اس نوع کے کاغذ اور طرزِ تحریر والے قلمی ذخیرہ میں مختلف علوم اور فنون کی کتابیں موجود ہیں۔

(ج) ۱۰۰۰ ہجری کے بعد کی قلمی کتابوں کا ذخیرہ اس کتب خانہ میں موجود تھا۔ ان میں سے چند ایک ہراتی کاغذ پر تحریر کی گئی ہیں اور زیادہ تعداد ان قلمی کتابوں کی ہے جو سیالکوٹی کشمیری ساخت کے کاغذ پر لکھی گئی ہیں۔ سیالکوٹی اور کشمیری ساخت کے کاغذ کی پہچان یہ ہے کہ اس کا جو بھی رنگ ہو وہ گہرا ہوتا ہے یہ ہراتی قسم کے کاغذ سے زیادہ دبیز اور خمیر کے لحاظ سے خام ہوتا ہے اور ہراتی کاغذ مقابلۃً کم ٹھہرشدہ ہوتا ہے اس میں وہ فنی خوبیاں اور نزاکتیں۔ ملائمت، چکناہٹ اور ریشے نہیں ہوتے جو خجندی، سمرقندی اور ہراتی کاغذ کا طرۂ امتیاز تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ریشہ کی بجائے گودہ سے تیار کیا گیا ہے۔ اس میں اچھی قسم کے کاغذ بھی مل جاتے ہیں۔ لیکن انھیں شاذ و نادر میں شمار کیا جانا چاہیے لہٰذا ان میں دورِ اوّل کے کشمیری اور سیالکوٹی

کاغذ کی کتابیں نسبتاً بہتر قسم کی ہیں۔ قبائلی علاقہ کی ایک کتاب ملفوظات شیخ حمزہ کشمیری کاغذ لکھی ہوئی ہے۔
اس کتب خانہ کا وہ قلمی ذخیرہ جو سیالکوٹی اور کاشمیری ساخت کے کاغذوں پر لکھا گیا ہے اس میں عربی اور فارسی یعنے نسخ اور نستعلیق دونوں قسم کے رسموں الخطوں میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ لیکن ان کے عربی نسخ رسم الخط نے ہندوستان میں مروجہ عربی نسخ رسم الخط کی شکل اختیار کرلی ہے اور ہراتی فن کی بجائے اس میں مقامی فن زیادہ نظر آتا ہے اور بین السطور کاشی کاری کی بجائے زیادہ توجہ جلدبندی میں کشمیری زرکاری پر کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ نفاست اور خوبصورتی کے دوسرے لوازمات جو ہروی دور کی پیداوار تھے وہ ان میں نظر نہیں آتے۔

تفسیر کی کتابیں :-

اس کے بعد میں نے ان کتابوں کا بغور مطالعہ شروع کیا اور ان کا ایک خاکہ مرتب کیا جن کتابوں کا یا تو پہلے نام ہی نہیں سنا تھا۔ یا سنا تھا لیکن نایاب ہونے کی وجہ سے ان کے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ ایسی قیمتی اور نادر و نایاب کتابوں کا ذخیرہ پہلی بار اپنے سامنے دیکھ رہا تھا۔

تفسیر احمدی۔ اس کتاب خانہ میں تفسیر احمدی کے متعدد نسخے تھے۔ یہ تفسیر کئی ضخیم جلدوں میں ہے۔ جس طرح آجکل کے طبقہ علما میں تفسیر مدارک التنزیل اور تفسیر خازن متداول اور متعارف ہیں۔ اسی طرح تین چار صدی پہلے کے طبقہ علما میں تفسیر احمدی متداول رہی ہے اور یہی وہ تفسیر احمدی ہے جو حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی اور فاضل ہندی مولانا عبدالحلیم سیالکوٹی نے سبقاً اور درساً پڑھی تھی۔ علم تفسیر القرآن پر اس کتاب خانہ میں جو تفاسیر موجود تھیں ان میں سے درج ذیل تفسیروں کے نام قابلِ ذکر ہیں :

تفسیر قاضی شہاب : یہ تفسیر $\frac{22 \times 29}{2}$ کی بڑی تقطیع پر لکھی ہوئی قاضی شہاب الدین غزنوی، دولت آبادی کی تالیف ہے۔

ملک العلما قاضی شہاب الدین نے دولت آباد دکن میں پرورش پائی۔ اور تحصیل علوم دہلی میں قاضی عبدالمقتدر رحید اکرم شیخ ابوالفتح مولانا سوبنرلس سے فرمائی اور مولانا خواجگی دہلوی الحسینی سے بھی تحصیل علوم میں آپ کو فائدہ پہنچا۔ آپ طبیعت و ذہن کے تیز اور حافظہ درست رکھتے تھے۔ ایک روز قاضی عبدالمقتدر نے آپ کی نسبت حاضرین سے فرمایا کہ میرے پاس ایک طالب علم آیا ہے۔

کہ اس کا چرچہ علم اعز علم اور بڑھی علم ہے۔ بالآخر جب تکمیل علوم سے فارغ ہوئے تو ظہور میں آیا کہ چند سال کے اندر تکمیل علوم کر کے اجل علمائے وقت اور افضل فضلائے زمانہ ہوئے اور جملہ علوم عقلی و نقلی کامل طور پر حاصل کر کے بحر العلوم کہلائے۔

وقتِ ہنگامۂ امیر تیمور حضرت مولانا خواجگی نے قیام دہلی ترک کیا۔ حضرت قاضی شہاب الدین بھی مولانا خواجگی حسینی کے ہمراہ دہلی سے نکل آئے۔ مولانا خواجگی نے کالپی میں قیام فرمایا اور حضرت قاضی شہاب الدین حسبِ طلبِ سلطان ابراہیم شرقی کے جونپور چلے گئے۔ سلطان نے بہت تعظیم و تکریم کی اور مجلس میں چاندی کی کرسی بیٹھنے کو دی اور قاضی القضاۃ کا منصب بھی عطا کیا۔ آپ کی بہت زیادہ شہرت ہوئی۔ اُس زمانہ میں ہندوستان میں اہلِ علم بہت تھے لیکن پروردگار عالم نے جو شہرت اور مقبولیت حضرت قاضی شہاب الدین کو عطا فرمائی وہ دوسروں کو حاصل نہ ہو سکی۔ حضرت قاضی شہاب الدین کی تصنیفات کے نام یہ ہیں: شرح کافیہ۔ کتاب ارشاد در علم نحو۔ بدیع البیان (در علم بیان) تفسیر قرآن مجید الموسوم بہ بحرِ مواج اور المعروف بہ تفسیر قاضی شہاب۔ کتاب اصول شرع۔ رسالہ تقسیم علوم رسالۃ الصنائع بزبانِ فارسی۔ اس کے علاوہ فنِ شاعری میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی۔ آپ ۸۴۹ میں فوت ہوئے اور شہر جونپور محلہ رضوی خان متصل دروازہ جنوبی مسجد اٹالہ مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر احاطہ مشن اسکول کے اندر ہے (یہ اسکول اب راجہ کالج بن گیا ہے) آپ کی کوئی اولاد باقی نہیں ہے اور آپ کی تالیفات میں سے زیادہ شہرت آپ کی اس تفسیر کو حاصل رہی ہے۔ آپ کے حالات کے لیے تاریخ جونپور تجلّی نور دوم۔ بحرِ ذخار۔ اخبار الاخیار۔ تاریخ فرشتہ۔ خزینۃ الاصفیا۔ کشف الظنون۔ لطائفِ اشرفی اور سبحۃ المرجان ملاحظہ کی جائیں۔ لطائفِ اشرفی میں آپ کا تذکرہ اس مناسبت سے آیا ہے کہ آپ نے حضرت مخدوم سید شاہ اشرف جہانگیر سمنانیؒ سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ عام طور پر آپ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

تفسیر سورۂ ملک: از یعقوب ابنِ عثمان ابن محمود ابن محمد الغزنوی الجرخی ثم السندی۔ تاریخ کتابت و تالیف ۱۱۹۵ھ۔

تفسیر غرائب القرآن۔ للنیشاپوری۔

تفسیر اتقان۔ از جلال الدین سیوطی۔

جواہر التفسیر : از ملا کاشف ہروی (۸۹۷ھ)

تصوف کی کتابیں

فتوحات قادری : جلد پر کشمیری زرکاری

سفر السعادت : تالیف شاہ عبدالحق محدث دہلوی

کتاب الطہارۃ فی تہذیب الاخلاق : تالیف ابن مسکویہ الخازن الرازی

عوارف المعارف : تالیف شیخ شہاب الدین سہروردی

حقایق المعارف : عوارف المعارف کی شرح ہے۔ (مؤلف اور سنِ کتابت نامعلوم)

سفینۃ الاولیاء : طبع آگرہ (ہند) ۱۸۵۳ء

مسلک المتقین : تالیف الہ یار بخاری

زاد اللبیب : تالیف امام کاشفی

کتاب البزاز : (قلمی) در علم فقہ۔ یہ ایک قدیم اور مستند کتاب ہے۔

الاشباہ والنظائر : از امام جلال الدین سیوطی۔ یہ کتاب ۱۷×۲۷ ۱/۴ سائز پر اس قدر بہترین عربی رسم الخط میں لکھی گئی ہے کہ جس کی تعریف جتنی بھی کی جائے کم ہے۔

کتاب الجزری۔ (قلمی) از امام جزری شافعی۔ یہ کتاب اس لحاظ سے اہم اور قیمتی ہے کہ اس عہد کے جزیرہ نمائے عرب کے ممتاز علماء کے دستخط اس پر موجود ہیں۔ اس کتاب کے آخر پر یہ عبارت درج ہے:

الحاج عبدالرحمٰن آفندی ۱۱۴۰ھ۔ (الفقیر شمس لمعانی۔

جناب شیخ حافظ اخوند عبدالغفور کی اصل مہر ششش پہلو ۱×۱/۲ ہے۔ خطِ طغرا میں منقوش ہے۔ (حافظ عبدالغفور ۱۲۸۷ھ)

ذخیرۃ الملوک : تالیف شعبان ولد نظر محمد ساکن مستونگ۔ علاقہ قلات نصیر بلوچستان۔ حسب الحکم سید عبدالرحیم شاہ ہمدانی ۱۲۳۰ھ

لاجبوکی۔ علم فقہ کی کتاب شرح وقایہ کا حاشیہ ہے۔ تالیف ملا بازمیر اخندزادہ، ساکن لاجبوک۔ ریاست دیر۔

نورڈھیری۔ علم اصول کی دو کتابوں نور الانوار اور مولوی کا حاشیہ ہے جو موضع نورڈھیر ضلع مردان

صاجزادہ مولانا عبدالقادر کی تالیف ہے۔

تقریب التہذیب : تالیف امام ابن حجر عسقلانی

فاتحہ خلف امام : یہ ایک قلمی رسالہ ہے جو ملانا عبدالرحمٰن ابدالی ابن قاضی سعید المعروف بہ خان ملّا نے ملا میر حسین کے سوالات کے جواب میں بہ عہدِ حکومت امیر شیر علی خان مرکزی مقام شہر کابل میں تالیف کیا ہے۔ کاغذ سیالکوٹی اور تاریخ کتابت ۱۲۸۹ھ ہے۔

مولوی : علم اصولِ فقہ کی کتاب ہے۔ قلمی نسخہ، کاغذ سیالکوٹی۔ کاتب محمد شاہ سکنہ گولی گرام سوات۔

شرح وقایہ : بہترین ہراتی کاغذ پہ لکھا ہے اور کاشی کاری سے مزین۔ یہ قلمی نسخہ ۱۲۵۲ھ میں محمد شریف صحاف شہر پشاور سے خریدا گیا ہے۔

ابی المکارم : یہ قلمی نسخہ فقیر فیض محمد نے ۱۱۰۷ھ میں بمقام شہر کوہاٹ لکھا ہے۔

مفاتیح الصلوٰۃ : تصنیف امام احمد حسوفی یہ بہت ہی پرانا قلمی نسخہ ہے۔ اس کے ایک حاشیہ پر ایک مُہر ثبت ہے۔ غلام محمد عبداللہ - ۱۱۱۰ھ

اس کتاب کے آخر میں سیالکوٹی کاغذ کے چند ایک صفحات کا بعد میں کسی نے اضافہ کر دیا ہے اور ان میں سے صفحہ ۳ پر بعض تاریخی یادداشتیں تحریر کی گئی ہیں جو اپنی جگہ معلوماتی اور دلچسپ ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض تاریخوں پہ ایک نظر ڈالنے کی بھی ضرورت ہے وہ یادداشتیں یہ ہیں :

(۱) تاریخ گریختن یوسف زائی از احمد خان نوری زائی ۱۲۱۰ھ (۲) شکست وزیر فتح خاں ۱۲۲۸ھ - (۳) شکست جبر بازار ۱۲۳۳ھ - (۴) شکست نوشہرہ ۱۲۳۸ھ - (۵) سوختن اول از دست سکھاں، ملک یوسف زائے ۱۲۱۰ھ (۶) شکست شیدھو ۱۲۴۲ھ - (۷) مقدمہ سید احمد معہ سردار سلطان محمد خان بہ معیارہ ۱۲۴۴ھ - (۸) گرفتن سکھاں پشور را ۱۲۴۹ھ - (۹) فتح یافتن سردار محمد اکبر خان و کشتن او را ہری سنگھ را ۱۲۵۲ھ - (۱۰) گرفتن انگریز کابل را ۱۲۵۶ھ - (۱۱) دراباسین (دریائے سندھ) سیلاب عظیم آمدن و غرق کردنش خلقِ خدا را ۱۲۸۵ھ - و بعدہٗ حادثہ زلزلہ عظیم ۹ ماہ پس پیش آمدہ بود و میان سیلاب دریائے سندھ و قتل شدن کفار بہ مقام ترلاندی چہل روز است۔ و میان جہاد بہ مقام ترلاندی و جہاد مقام یاد حسین پنجاہ روز فاصلہ بود۔ و سیزدہ روز بہ بعد بہ مقام سنگر یا مشرکان قوم سکھ جہاد پیش آمدہ بود۔ اختلاف اہلِ ہند بہ انگریز و آغاز جہاد ملی ۱۲۷۳ھ -